جناب عطش دُرّانی

ابوالبرکات بغدادی

ایک مطالعہ

ابوالبرکات، ہبۃ اللہ البغدادی مسلم سائنس کا پہلا نامور شخص ہے، جس نے تجربہ کے دو مفاہیم واردات (EXPERIENCE) اور تجربہ (EXPERIMENT) میں امتیاز کیا اور تجربی طریقِ تحقیق کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ اس سے پہلے جابر ابن حیان نے تجربے کو صحتِ نتائج کے لیے بنیادی شرط قرار دیا تھا، مگر ابوالبرکات پہلا شخص ہے، جس نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی مفروضے کی تصدیق کرنا چاہتا ہے، جیسے وہ کسی طبعی معلول کی علّت سمجھتا ہے تو اسے تجربے میں شامل دیگر عوامل کا جائزہ بھی لینا چاہیے۔ تاکہ وہ علّت پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔ اسی کا نام تجربہ ہے اور یہ گویا فطرت سے ایک سائنس دان کا سوال کرنا ہے۔ عبرانی یونیورسٹی کے پروفیسر ایس پائنز نے اسے دور کا ایک قابلِ قدر سائنس دان قرار دیا ہے۔ اس نے اس پر تین سے زائد مقالے تحریر کیے ہیں۔

یہ بجا ہے کہ ابوالبرکات شروع میں یہودی تھا۔ لیکن تحصیلِ علم کے بعد اس کے اندر حق کی شمع روشن ہوئی اور وہ ایمان لے آیا۔ اس لیے ہم اسے ایک مسلمان سائنس دان کا نام دیتے ہیں اور چوں کہ وہ اسلامی سائنس کے اس دورِ عروج سے تعلق رکھتا ہے، جس میں ابن سینا، البیرونی، الرازی اور عمرِ خیام جیسے مشاہیر کا طوطی بول رہا تھا، اس لیے ہم اس کے کاموں کو عظمتِ اسلام کا ایک درخشاں باب قرار دے سکتے ہیں۔

ابوالبرکات ہبۃ اللہ البغدادی عراق کے ایک قصبے "بلد" میں ۱۰۸۰ء میں پیدا ہوا۔ پروفیسر حمید عسکری نے ۱۰۷۴ء لکھا ہے۔ جب کہ پائنز نے ۱۰۸۰ء کی تصدیق کی ہے۔ اس نے اپنی تمام عمر بغداد میں گزار دی، اس لیے بغدادی کہلایا۔ اسے طب کا شوق تھا، مگر یہودی ہونے کی بنا پر اسے اس دور کے ماہرِ طب ابوالحسن سعید کے مدرسے میں داخلہ نہ مل سکا جو یہودیوں کا سخت مخالف تھا۔ ہبۃ اللہ یہ جانتا تھا، مگر شوقِ علم کے ہاتھوں مجبور تھا۔ اس لیے وہ اس کے

مدرسے میں بطور دربان بھرتی ہو گیا۔ سال بھر تک وہ اسی طرح سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ ایک بار ابوالحسن اپنے کسی شاگرد کا امتحان لے رہا تھا۔ ایک سوال ایسا تھا، جس کا جواب کسی سے نہ بن رہا تھا۔ ابوالبرکات نے جواب دینے کی اجازت طلب کی۔ ابوالحسن نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے اجازت دے دی، مگر وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ابوالبرکات نے اسے زیرِ بحث مسئلے پر شافی جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی حقیقت بھی بیان کر دی۔ ابوالحسن پر اس کے ذوق و شوق کا بے حد اثر ہوا، اور اسے اپنے حلقے میں داخل کر لیا۔ اس وقت ابوالبرکات کی عمر ۲۸ سال کی تھی۔

یہ دور محمد بن ملک شاہ سلجوق کا تھا۔ اس نے ابوالبرکات کو نیشاپور میں اپنے علاج کے لیے بلا بھیجا۔ بادشاہ شفا یاب ہوا تو اس نے ابوالبرکات کو کثیر دولت عطا کی۔ اس کے بیٹے سلطان محمود اور سلطان مسعود بھی اس کی خدمات سے استفادہ کرتے رہے۔ سلطان مسعود کے علاج کے دوران میں ۱۱۶۴ء کو ابوالبرکات نے انتقال کیا۔ حمید عسکری نے تاریخ وفات ۱۱۵۲ء لکھی ہے۔ ایس پائنز نے ۱۱۶۴ء - ۱۱۶۵ء لکھی ہے۔

ابوالبرکات نے طب سے زیادہ طبیعیات، نفسیات اور فلسفے میں مقام پیدا کیا۔ اس کی تصانیف میں "کتاب المعتبر" خاص اہمیت رکھتی ہے۔ یہ حیدرآباد دکن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا کہ ستارے رات ہو تو نظر کیوں آتے ہیں؟ کتاب المعتبر میں اس نے ابن سینا کی "کتاب الشفا" پر تنقید کی اور اس کی طبیعیات اور مابعد الطبیعیات سے اختلاف کیا ہے۔ طبیعیات اور نفسیات ہر دو مضامین میں ابوالبرکات نے فوری نتائج پر مشاہداتی تجزیات کی نسبت زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اپنے طریقِ کار میں وہ ارسطو سے اتفاق بھی کرتا ہے اور بعض مقامات پر ارسطاطالیسی طریق سے اختلاف بھی کرتا ہے۔ اس کے نزدیک سابق اہلِ علم کی سند پر آنکھیں بند کر کے ایمان لے آنا ایک سائنس دان کی شان نہیں۔ نفسیات میں اس کا نظریہ "روح"، طبیعیات میں نظریہ "خلا"، "زمان و مکان" اور الٰہیات میں "نظریۂ اتفاق" اہم ہیں۔

نفسیات میں ابوالبرکات اپنے نظریات کی بنیاد اثباتِ روح (خودی) پر رکھتا ہے۔ اس

کے نزدیک انسان کا اپنی ذات سے آگاہ ہونا اور اپنے قول و فعل کا ادراک کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ روح کا وجود اور فعل موجود ہے۔ اس اثباتِ خودی اور بصیرتِ افعال کو وہ ابن سینا کے برعکس مشائی نفسیات میں شامل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک انسان اس بات سے آگاہ ہے کہ اس کی تمام نفسی حرکات، خواہ وہ تخیل سے متعلق ہوں، جو تعقل سے، حسیات سے ہوں یا حرکیۃ سے، ایک ہی محرک کی بنا پر ہیں جسے روح کہا جاتا ہے۔ انسان کی یہ آگہی تیقن کی حیثیت رکھتی ہے اور اس تیقن کو صداقت کے طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ابوالبرکات اپنے وجدان کی بنا پر نفسیات کے مختلف شعبوں سے انکار کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ارسطو کے نظریے کو رد کرتے ہوئے وہ عقل اور روح میں امتیاز سے گریز کرتا ہے۔ ارسطاطالیت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ تعقل اور روح دو مختلف اشیا ہیں، جو مختلف اعراض میں وجود رکھتی ہیں۔ وہ فعال، انفعالی اور ایسی دیگر قسم کے تعقلات کے مشائی مفروضے کو تسلیم نہیں کرتا۔

ابوالبرکات کے نزدیک روح ایک آزاد اور مستقل وجود رکھتی ہے، جو نہ تو جسم کے اندر کہیں واقع ہوتی ہے اور نہ باہر۔ بلکہ زمان و مکان سے ماورا ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک روح ہر واقعے کو جاننے کی صلاحیت رکھتی ہے، جو کائنات میں کہیں بھی وقوع پذیر ہو رہا ہو، لیکن اس کے مختلف درجات ہوتے ہیں اور ایک وقت میں ایک ہی واقعہ اس کی گرفت میں آتا ہے۔ روحانی قوتوں کی پیش بینی، الہام اور وحی کی حقیقتوں کا جائزہ لینے میں ابوالبرکات کا یہ نظریہ ہماری بے حد مدد کر سکتا ہے۔ برگساں نے اپنا نظریہ یہیں سے مستعار لیا تھا کہ روح کثیر مقدار میں موجود خارجی تاثرات میں سے کسی ایک کو چن سکتی ہے۔ یہ فریضہ جسم کے ذریعے انجام پاتا ہے، خصوصاً حواس کے ذریعے، جو روح کی قوتِ ادراک میں ممد ثابت ہوتے ہیں۔

ابوالبرکات کے نظریۂ روح میں شعور و آگہی کے ابدی کردار کے ذریعے سے لاشعوری (نفسی)، اور نامیاتی افعال اور حافظے کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ خصوصاً حافظہ دماغ کے کسی حصے میں نقوش کا نام نہیں، کیوں کہ ارسطو کے برعکس بغدادی کے نزدیک اگر حافظہ دماغ میں کسی جگہ موجود نقوش کا نام ہے تو پھر وہ کبھی غائب ہو کر پھر یاد میں کیوں آ جاتا ہے۔ وہ حافظے کی بنیاد توجہ کو قرار دیتا ہے اور لاشعوری افعال اس کے نزدیک وہ ہیں، جن پر روح توجہ نہیں دیتی۔

اپنے نظریۂ روح ہی کی بنیاد پر ابوالبرکات نے نظریۂ توحید کو استوار کیا ہے۔ ارسطو کے برعکس اس کا خدا ایک تعقلِ مطلق یا علت اولیٰ نہیں جو کسی میکانکی انداز میں دنیا کا نظام چلا رہا ہے بلکہ انسانی خودی (روح) کی طرح وہ ایک انائے مطلق (روحِ مطلق) لیکن زیادہ قوتوں کا حامل ہے۔ وہ جزئیات کا علم رکھتا ہے۔ اگر اس کی "توجیہ" طلب کی جائے تو وہ واقعات کے تسلسل (علت و معلول کے سلسلہ) میں دخیل ہو سکتا ہے۔ اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے۔ کیوں واقعات محض علت و معلول کے نظریہ کی بنا پر وجود میں نہیں آتے بلکہ عام مشاہدہ ہے کہ کبھی کبھی اتفاقات بھی واقعات کو جنم دیتے ہیں، جن کی بہ ظاہر کوئی وجہ یا علت نہیں ہوتی۔ یہ "اتفاقات" ہی ابوالبرکات کے نزدیک علت و معلول کے دو آزاد سلسلوں کی بنا پر وجود میں آتے ہیں۔ اس کے لیے وہ ایک مثال دیتا ہے۔ اس کے نزدیک سڑک کی ایک جانب سے ایک بچھو اور دوسری جانب سے ایک انسان آ رہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک اپنا سلسلۂ علت و معلول رکھتا ہے لیکن ان کے ملنے کا نتیجہ دو مختلف صورتوں میں سامنے آ سکتا ہے۔ یا تو بچھو انسان کے پاؤں تلے کچلا جائے گا یا پھر بچھو انسان کو پاؤں پر کاٹ لے گا۔ یہی بات "اتفاق" کہلاتی ہے۔ ابوالبرکات کے اسی نظریہ کی بنا پر ڈیموقراطیس کے "نظریۂ اتفاق" پر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ وہ اتفاقات کو "محض" قرار دیتا ہے اور بغدادی اسے کسی اور رنگ میں لیتا ہے، جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، وہ اسے خالق کی مشیت قرار دیتا ہے۔ علامہ اقبال نے بھی روح، خودی (انا) اور انائے مطلق کا انہی معنوں میں ذکر کیا ہے۔ یہ گویا اقبال کے نظریہ انائے مطلق اور بغدادی کا نظریہ ہم آہنگ ہیں۔

طبیعیات کے میدان میں بھی ابوالبرکات نفسیات ہی کی طرح اپنے نظریات استوار کرتا ہے۔ ابوبکر رازی کی طرح جو ابوالبرکات سے متاثر ہوا، وہ ارسطاطالیسی طبیعیات کو مسترد کر کے اس کی بنیاد دور از کار تاویلات کی بجائے تجربات پر رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک مشاہداتی اعداد و شمار کسی نتیجے کی بنا کے لیے کافی نہیں بلکہ فوری طور پر سامنے آنے والی صداقتوں کو وہ طبعی امور میں قبول کرتا ہے۔ ارسطو کا یہ نظریہ اس کے نزدیک قابل قبول نہیں کہ زمان یا وقت "حرکت کی پیمائش" کا نام ہے۔ بلکہ اس کے نزدیک مطالعۂ حقیقت کی بنا پر وقت حرکت پر فوقیت رکھتا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ وہ زمان کو مجموعی حیثیت دینے کے لیے بھی تیار نہیں، بلکہ اس کے نزدیک زمان حقیقی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اللہ کی ایک صفت ہے۔ نیز یہ مخلوق کا پیمانہ ہے لیکن یہ پیمانہ باہر سے مخلوق پر وارد نہیں ہوتا۔ ابن سینا کے برعکس وہ زمان اور مخلوق کے درمیان تعلق کی بنا اس فلسفے پر نہیں رکھتا کہ نہ تو لافانیت (سرمد) کوئی شے ہے اور نہ زمانہ (دہر)۔ بلکہ اس کے نزدیک دو لمحوں کے وقت کی پیمائش کا تقابل ان کے باہمی ذہنی تقابل کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔

اس نظریہ کے فہم کے لیے ہمیں ابوالبرکات کے نظریہ مکان (فاصلہ) کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ ارسطو کے نزدیک مکان وہ سطح ہے، جسے کوئی جسم گھیرے ہوئے ہے، اور اگر جسم نہ ہو تو مکان کا بھی کوئی وجود نہیں۔ گویا اس طرح وہ خلا کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ ابوالبرکات کے نزدیک مکان اپنا سہ ابعادی (تین طرفہ) وجود رکھتا ہے۔ عام طور پر یہ اجسام سے پُر ہوتا ہے، لیکن جسم کے نہ ہونے کے باوجود مکان موجود ہوتا ہے۔ اپنی کتاب "المعتبر" میں ایک جگہ لکھتا ہے کہ خلا کوئی ایسی شے ہے جس کا احاطہ حواس کر سکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ نیز اس کی موجودگی حرکات سے بھی ثابت ہے۔ اگر مکان اجسام سے پوری طرح بھرا ہوتا اور خلا نہ ہوتا تو اجسام حرکت نہ کر سکتے یا اجسام ایک دوسرے کے اندر داخل ہو سکتے۔ یا ایک شے حرکت کرتی تو ساری دنیا میں تحرک پیدا ہوتا۔ مشاہدے سے ثابت ہے کہ تیسری بات غلط ہے اور اگر ایک جسم دوسرے میں داخل نہ ہو تو پہلی بات لازم ہے کہ خلا موجود ہے۔ پس مکان خلا ہے جو ابوالبرکات کے نزدیک لامحدود ہے۔

زمین پر گرنے والی اشیا کے اسراع (رفتار میں اضافہ) کی وجہ ابوالبرکات دو طرح سے بیان کرتا ہے۔ اسے وہ میلِ قسری کی اصطلاح سے واضح کرتا ہے

۱۔ جب کوئی شے نیچے گرتی ہے تو اس میں معیارِ حرکت اور فطری میلان (میلِ قسری) بیک وقت عمل پذیر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب شے نیچے کو گرتی ہے تو معیارِ حرکت اس کی رفتار کم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جب وہ کمزور ہوتا جاتا ہے تو فطری میلان کی بنا پر شے کی رفتار بڑھتی جاتی ہے۔

۲۔ یا قوت (ثقل)، جو اشیا میں فطری میلان پیدا کرتی ہے گرنے والی شے میں موجود ہوتی ہے

اور جوں جوں شے نزدیک آتی جاتی ہے یہ قوت زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔

اصل میں ابوالبرکات یہ کہنا چاہتا ہے کہ شے کے اندر موجود معیارِ حرکت کمزور پڑ جانے اور زمین کی کششِ ثقل کے مستقل اضافے کی بنا پر گرنے والی شے کی رفتار میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یوں گویا وہ نیوٹن سے بہت پہلے نظریہ کششِ ثقل دریافت کر چکا تھا۔ میلِ قسری اس کے نزدیک اشیا کا وہ فطری میلان ہے جو اشیا میں ایک دوسرے کے لیے پایا جاتا ہے۔ یوں گویا وہ تجاذبِ باہمی کا نظریہ پیش کرتا ہے۔

فخرالدین الرازی (وفات ۱۲۱۰ء) ابوالبرکات کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہے، جس نے اس کی کتاب المعتبر کو مرتب کیا اور اس کے نظریات کو آگے بڑھایا۔

(بقیہ: ایک حدیث صفحہ ۵۲)

یعنی حصولِ علم میں سن و سال کی کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔ یہ وہ نعمتِ خداوندی ہے جس کے حصول کی ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیے اور کبھی اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

پھر اسی باب میں امام بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

وقال عمر رضی اللہ عنہ تفقّھوا قبل ان تسوّدوا۔

قبل اس کے کہ تمھیں کوئی سربراہی یا قیادت دی جائے، علم و فراست حاصل کرو۔ یعنی حضرت عمر کے نزدیک سربراہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم و فقاہت سے بہرہ ور ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی علاقے یا شہر یا قبیلے میں جو معلم، قاضی اور سربراہ بھیجے انھیں تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کر کے بھیجا۔

بہرکیف اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اس کی راہ میں بے دریغ مال و دولت خرچ کرتا ہے اور علم و فہم حاصل کرتا اور معاشرے میں اس کی روشنی پھیلاتا ہے۔